اشعار کی تشریح

شعر۱۔ ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ

ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

تشریح:

علامہ اقبال اسلام کے بڑے ے علمبردار اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کے داعی تھے۔ اس شعر میں اخوت ، بھائی چارہ اور اتفاق و اتحاد کا درس دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فردوملت کی تعلق واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہتہ نیزدی کدھر سے جوڑی رہے گی۔ تب تک پھول تروتازہ اور زندہ رہے گی اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سو ارب کے برابر ہے۔ ان کے پاس بے پناہ انفرادی اور مالی وسائل موجود ہیں۔ پس اگر وہ جذبہ ایمان ان اور یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سےہوستہ رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی۔

شعر۲۔ ہے لازوال عہدِ خزاں اس کے واسطے

تشریح:

علامہ اقبال امت مسلمہ کی اخوت اور بھائی چارے کے حوالے سے کہتے ہیں کہ مسلمان بھائی چارے اور باہمی محبت کی کمی کا شکار ہے ۔ کہیں نسلی گروہ ہیں ، کہیں ذات پات کی تفریق اور کہیں رنگ و مذہبی فرقے کا امتیاز ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ شخص جو درخت سے الگ ہو جاتی ہے۔ اس پر زوال کی حالت طاری رہتی ہے اس پر پھول کبھی نہیں آتے اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہ سرسبز ہوتی ہے نہ پھول آنے کے قابل رہتی ہے اس پر ہمیشہ تہہ مارونی چھائی رہتی ہے اقبال نے اس شعر میں یہ سبق دیا ہے کہ درخت سے ٹوئی ہوئی شاخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خزاں کا شکار ہی رہتی ہے ملت اسلامیہ سےپیوستہ رہ کر ہی مسلمان نوجوان سرخرو ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان ایک دیوار یا عمارت کی مانند ہیں جن میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کی کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ یہ شعر فلسفۂ اجتماعیت پر بڑے حسین انداز سے روشنی ڈالتا ہے۔

شعر3۔

ہے تیرے گلستان میں بھی فصل خزاں کا دور
خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

تشریح:

علامہ اقبال امت مسلمہ کے زوال کے حوالے سے ہمیں تنبیہ کر رہے ہیں اور دعوت بھی دے رہے ہیںوہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے اس لئے پستی اور زوال میں گھر گئے ہیں تاریخ شاہد ہے جب مسلمان ایمان کی حرارت اپنے سینوں میں لئے مستحد ہو کر عرب کی ریگزاروں سے اٹھے تو انہوں نے ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو الٹ کر رکھ دیا اس شعر میں شاعر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس وقت مسلمان زوال آشنا ہیں اس زوال سے نکلنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ آپس میں اتحاد اور اتفاق ہو اور مسلمان تفرقہ بازی چھوڑ کر ایک ہو جائیں۔

جب اسلام نے ہمیں بھائی بھائی بنا دیا ہے تو آپس میں پھوٹ اور انتشار چہ معنی دارد؟

شعر4۔

جو نغمہ زن تھے خلوت اوراق میں طیور ر

خصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے

تشریح:

اس شعر میں علامہ اقبال مسلمانوں سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان تیرے چمن میں گیت گانے والے پرندے جو پتوں پر بیٹھے تھے اڑ گئے ہیں مراد یہ کہ وہ لوگ جو قوم کے خیر خواہ تھے جن کے دلوں میں قوم کا درد تھا جو قوم کے سچے رہنما تھے وہ قوم میں موجود نہیں ہیں مسلم معاشرہ زوال پذیر ہو گیا ہے ایمان کی پختگی باقی نہیں ر

ہے اب مسلمانوں کو خود ہی اس حقیقت سے آشنا ہونا پڑے گا اور اس نکتے کو سمجھنا پڑے گا کہ کامیابی کے لیے قوم میں اتحاد ضروری ہے پوری قوم کا جہدِ پیہم اور سعی کی صفت کو اپنا کر ملت کی کشتی کو طوفان سے نکالنا ضروری ہے اور اس مقصد کے لیے ایک ہی منارۂ نور ہے اور وہ ہے اتحاد و اتفاق۔

شعر5۔ شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو

نا آشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

تشریح:

اقبال کہتے ہیں کہ اے مسلمان تو کٹی ہوئی شاخ سے سبق حاصل کر اگر تو واقعی عروج حاصل کرنا چاہتا ہے تو تجھے اپنی ملت سے تعلقات استوار کر رکھنے چاہیئں۔ ملت اسلامیہ کی قوت کا سرچشمہ ملی اتحاد ہے۔ اقبال نے اسی بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ اتحاد اور اجتماعیت ہی سے کامیابی ہے تو دنیا کے طور طریقوں اور دستور سے مکمل طور پر ناواقف ہے تجھے زمانے کی چال کو سمجھنا ہوگا مسلمانوں کی ناکامیوں اور ذلتوں سے سبق سیکھنا ہوگا۔ غیور اور جفاکش مسلمان بننا ہوگا اتفاق، اتحاد، اخوت اور یگانگت کو اپنا پرانا کھویا مقام حاصل کرنا ہوگا اے مسلمان پستی اور تنزلی کی وجوہات کو سمجھ اور پھر سے پورے عالم میں اپنا نام پیدا کر دے۔

شعر6۔ مِلّت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

تشریح:

اے مسلمان ! تو اپنا تعلق ملت اسلامیہ سے قائم رکھ ۔ تیری ترقی اور کامیابی کا راز اسی میں ہے کہ تو اپنی قوم سے وابستہ رہے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت قوم مسلم زوال پذیر ہے لیکن عروج و زوال تو آتا ہی رہتا ہے یہ زمانے کا دستور ہے عروج بھی عارضی ہے اور زوال بھی عارضی۔ اقبال کہتے ہیں کہ قوم کا وجود مذہب سے ہے مذہب ہی قوم کے افراد کے درمیان باہمی کشش کا باعث بنتا ہے مذہب نہ رہے تو باہمی محبت اور اخوت بھی باقی نہیں رہتی ملت اسلامیہ کے ساتھ جڑے رہنے میں تری بقا ہے، اس لئے اپنی قوم کے ساتھ رہ کر محنت کر۔ پھر دیکھ کامیابی کس طرح تیرے قدم چومتی ہے۔

نظم کا خلاصہ

علامہ اقبال اسلام کے بڑے علمدار اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کے داعی تھے اس شعر میں اخوت، بھائی چارا اور اتفاق و اتحاد کا درس دے رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ فرد اور ملت کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹہنی جب تک درخت سے جڑی رہے گی تب تک پھل پھول، تروتازہ اور زندہ رہے گی اس وقت دنیا میں

مسلمانوں کی تعداد سو ارب کے برابر ہے۔ اور وہ پچاس سے زیادہ آزاد مملکتوں کے مالک ہیں ان کے پاس بے پناہ انفرادی اور مالی وسائل موجود ہیں پس اگر وہ جذبہ ایمان اور یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پیوستہ رہے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی۔

اقبال نے سبق دیا ہے کہ درخت سے ٹوٹی ہوئی شاخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خزاں کا شکار ہی رہتی ہے ملت اسلامیہ سےپیوستہ رہ کر ہی مسلم نوجوان سرخرو ہوسکتا ہے حدیث میں ہے کہ مسلمان ایک دیوار یا عمارت کی مانند ہیں جس میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کی تقویت کا باعث بنتی ہے یہ شعر فلسفہ اجتماعیت پر بڑے حسین انداز سے روشنی ڈالتا ہے۔

علامہ اقبال امت مسلمہ کے زوال کے حوالے سے ہمیں تنبیہ کر رہے ہیں اور دعوت عمل بھی دے رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایمان کمزور ہو گیا ہے اس لئے پستی اور زوال میں گر اور گھر گئے ہیں اس وقت تو مسلمان زوال آشنا ہیں اس زوال سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آپس میں اتحاد اور اتفاق ہو اور مسلمان تفرقہ بازی چھوڑ کر ایک ہو جائیں۔ ملت اسلامیہ زوال کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئی ہے اب مسلمانوں کو خود ہی اس حقیقت سے آشنا ہونا پڑے گا اور اس نکتے کو سمجھنا پڑے گا کہ کامیابی کے لیے قوم میں اتحاد ضروری ہے۔

اقبال نے اسی بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ اتحاد اور اجتماعیت ہی سے کامیابی

ہیں کہ قوم کا وجود مذہب سے ہے مذہب ہی قوم کے افراد کے درمیان باہمی کشش کا باعث بنتا ہے مذہب نہ رہے تو باہمی محبت اور اخوت بھی باقی نہیں رہتی۔ ملت اسلامیہ کے ساتھ جڑے رہنے میں تیری بقا ہے اس لئے اپنی قوم کے ساتھ رہ کر محنت کر۔ پھر دیکھ کامیابی کس طرح تیرے قدم چومتی ہے۔